سُوۡرَةُ التَّوۡبَة کی تفسیر

Lesson 4: At-Tawbah (Ayaat 38- 52): Day 14

اے ایمان والو!

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا؟ ایسا ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ دنیوی زندگی کا یہ سب سر و سامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا ﴿٣٨﴾

اس آیت میں ایسا لگتا ہے کہ اللہ بندے کا جھنجوڑ رہا ہے۔ اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو، جب عملی کام کا موقع آتا ہے تو پھر سُستی کیوں کرتے ہو۔

اِنۡفِرُوۡا : شوق اور محبت سے نکلنا۔ سورۃ ذاریات میں بھی آئے گا ففروا الی اللہ پس دوڑو اللہ کی طرف

۔

حکم بھی دیا جا سکتا تھا لیکن شوق اور رغبت دلائی جا رہی ہے۔

اثَّاقَلۡتُمۡ : ثقل، بوجھ، بھاری جیسے کھانا بڑا ثقیل ہے۔ ایسا بوجھل پن کہ دین کا کام نہیں کر رہے۔

Soul Searching Question; ہر بندہ خود سے پوچھے؟ کہ جب بھی دین کے کسی کام سے پیچھے رہ جاتی ہوں تو ایسا کیوں ہے؟

کیا دنیا کے کسی فائدے کے لئے پیچھے رہ جاتی ہوں؟ ہم اس دنیا سے جاتے وقت کیا ساتھ لے کر جائینگے؟

مروی ہے کہ عبدالعزیز بن مروان رحمہ اللہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنا کفن منگوایا اسے دیکھ کر فرمایا" :بس میرا تو دنیا سے یہی حصہ تھا میں اتنی دنیا لے کر جارہا ہوں پھر پیٹھ موڑ کر رو کر کہنے لگے ہائے دنیا تیرا بہت بھی کم ہے اور تیرا کم تو بہت ہی چھوٹا ہے افسوس ہم تو دھوکے میں ہی رہے"۔

اِلَّا تَنۡفِرُوۡا يُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۙ وَّيَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ وَلَا تَضُرُّوۡهُ شَيۡـــًٔا‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۳۹﴾ تم نہ اٹھوگے تو خدا تمہیں دردناک سزا دے گا، اور تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو اٹھائے گا، اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ﴿۳۹﴾

بعض اوقات یہ بھی سزا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق چھین لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا انسان کے لئے وسیع کر دیتا ہے۔ اور انسان سے سکون اور اطمینان چھین لیتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ اللہ نے اپنے دین کا کام کروانا ہے وہ ہم سے بہتر لوگوں کو لے آئے گا۔ جو کوئی دین سے پھرتا ہے شوق سے پھر جائے۔ ہم نے سورہ مائدہ میں بھی پڑھا تھا اللہ نے فرمایا۔ کہ اللہ ایسے لوگوں سے دین کا کام کروالے گا جو اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اُن سے۔

اگر کوئی دنیاداری میں مصروف رہنا چاہتا ہے تو اللہ اُسے دنیا کے کاموں میں لگا دیتا ہے۔

آج اللہ کا یہ وعدہ کیسے پورا ہو رہا ہے؟ اللہ نئے لوگوں کو مسلمان کر کے اُن سے کام کروالے گا۔

پہلی بات تو یہ کہ اللہ الصمد ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ اللہ کو ہماری ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کے دین کو بھی ہماری ضرورت نہیں ہے۔ اللہ شوق اور محبت سے کام کرنے والوں کو لے آئے گا۔

یاد رہے کہ جب اللہ کے بندے کام نہیں کرینگے تو اللہ جانوروں سے دین کے کام لے گا۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اللہ دابۃ الارض کو زمین سے نکالے گا جو اللہ کا پیغام لوگوں کو دے گا۔

جب لوگ اللہ کی یاد سے غافل تھے۔ تو اللہ نے کعبہ کی حفاظت ابابیلوں سے کروالی۔ اللہ نے ملکہ سبا تک ہدہد کے ذریعے پیغام پہنچادیا۔ اللہ آج بھی کسی سے کچھ بھی کرواسکتا ہے۔

اگلی آیت میں اللہ مسلمانوں کو ڈانٹ رہا ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٤٠﴾

تم نے اگر نبیؐ کی مدد نہ کی تو کچھ پروا نہیں، اللہ اُس کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا، جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنی ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ "غم نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے" اُس وقت اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل کیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کافروں کا بول نیچا کر دیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے، اللہ زبردست اور دانا و بینا ہے ﴿۴۰﴾

جب مکہ والوں نے اللہ کے نبیؐ پر حملہ کرنا چاہا تو اللہ کے نبیؐ نے مکہ سے ہجرت کی۔ ابو بکرؓ اُن کے ساتھ تھے۔ یہاں سے ابو بکرؓ کی شان بھی نظر آتی ہے۔

تم اگر میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و تائید چھوڑ دو تو میں کسی کا محتاج نہیں ہوں، میں آپ اس کا ناصر موید کافی اور حافظ ہوں۔ یاد کرلو ہجرت والے سال جبکہ کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل یا قید یا دیس سے نکال دینے کی سازش کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سچے ساتھی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تن تنہا مکہ مکرمہ سے نکل بھاگے تھے تو کون اس کا

مددگار تھا۔

تین دن مارے خوف کے اس ڈر سے غار میں گزارے تا کہ ڈھونڈھنے والے مایوس ہو کر واپس چلے جائیں تو یہاں سے نکل کر مدینہ منورہ کا راستہ لیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لحہ بہ لحہ گھبرا رہے تھے کہ کسی کو پتہ نہ چل جائے ایسا نہ ہو کہ وہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کو کوئی ایذاء پہنچائے۔

جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کا حکم دیا تو آپ کو سرکار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہمسفر بننے کا اعزاز حاصل ہوا. اس سفر میں آپ نے تمام موقعوں بالخصوص غار ثور میں قیام کے دوران حق دوستی ادا کر دیا۔ آپ کو اس سفر ہجرت کے حوالے سے "ثانی الاثنین" کے لقب سے یاد کیا گیا ہے (سورۃ توبہ 40)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تسکین فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ ”ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان دو کی نسبت تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے“۔ مسند احمد میں ہے کہ سیدنا ابو بکر بن ابو قحافہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غار میں کہا کہ ”اگر ان کافروں میں سے کسی نے اپنے قدموں کو بھی دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا“۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا”: ان دو کو کیا سمجھتا ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے“۔(صحیح بخاری:3922)

ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آرام فرما رہی تھیں، آسمان پر ستارے چمک رہے تھے، ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ آسمان پر جتنے ستارے ہیں اتنی نیکیاں بھی کسی کی ہوں گی؟ انہوں نے یہی سوال نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر بھی ہوں گی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا! ہاں عمرؓ کی ہوں گی، یہ سن کر حضرت عائشہؓ خاموش ہو گئیں پھر تھوڑی دیر کے بعد نبی علیہ السلام نے خود پوچھا، عائشہ رضی اللہ عنہا تم سوچ رہی ہو گی کہ میرے والد کا

نام نہیں لیا' کہنے لگیں جی ہاں بالکل یہی سوچ رہی تھی' فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا! ان کی بات کیا سوچتی ہو ان کی تو غار ثور میں گزری ہوئی ایک رات کی نیکیاں آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ سبحان اللہ تین رات کا مقام حضرت عمرؓ اپنی زندگی میں حضرت ابو بکرؓ سے کہا کرتے تھے آپ میری ساری زندگی کی نیکیاں لے لیجئے اور مجھے غار ثور والی تین راتوں کی نیکیاں دے دیجئے' کیونکہ مجھے ان تین راتوں کی نیکیاں اپنی ساری زندگی کی نیکیوں سے زیادہ نظر آتی ہیں' عشق و محبت نے ان کی نیکیوں کو کس قدر قیمتی بنا دیا تھا۔

اگر آج اللہ تم سے دین کا کوئی کام کروا رہا ہے۔ تو اس سعادت پر فخر اور غرور نہ کرو۔ اللہ کے سامنے عاجزی سے جھک جاوٗ۔ اللہ کا شکر ادا کرو۔ اپنی کمی کوتاہی پر اللہ سے معافی مانگو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق کو ان کے گھر سے اپنے ساتھ لیا اور مدینہ کی طرف رخت سفر باندھا۔ مستند روایات میں آتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیابان کا کچھ فاصلہ طے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاوٗں مبارک زخمی ہو گئے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ منکرین مکہ کے تعاقب کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبل ثور کی ایک غار میں پناہ لے لی اور دو کبوتروں نے اس غار کے دہانے پر انڈے دے دیے اور مکڑی نے جالا بنا دیا۔ جب کفار مکہ غار کے قریب پہنچ گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی گفتگو سن کر خوف زدہ ہو گئے جس پر تسلی کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کلام مجید کے بے مثل الفاظ 'لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا' صادر ہوئے۔

اللہ کے لشکر میں فرشتے، انسان، جانور، چرند، پرند سب شامل ہیں۔ اللہ نے مکڑی اور کبوتری سے کام لے لیا۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ اضطراب اپنی ذات کے لیے نہیں تھا، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا تو یہ دین معدوم ہو جائے گا اور یہ امت ہدایت سے محروم ہو جائے گی، جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر میں قتل کر دیا گیا تو کوئی پروا نہیں، کیونکہ میں محض ایک آدمی ہوں، لیکن اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا تو امت غارت ہو جائے گی (فتح البیان فی مقاصد القرآن، ۵/ ۳۰۵)۔

خالص اللہ کی رضا کے لئے کام کریں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ کوشش کریں۔ اللہ کے دین کا کام اللہ خود کروا لیتا ہے۔ اسباب بھی اللہ خود مہیا کر دیتا ہے۔

اپنے اندر تڑپ اور جذبہ پیدا کریں۔ نیکی کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔

ایک بہن اپنی سہیلی کے معذور بچے کی دیکھ بھال کرتی ہے تاکہ سہیلی جاکر قرآن پڑھا اور تجوید سکھا سکے۔ نیکی کے کام میں حصّہ ڈالے۔

بعض دوست کہتی ہیں کہ میرے اندر تڑپ ہے میں دین کی خدمت کروں۔ یہ قرآن ہمیں ایمان کی حرارت عطا کرتا ہے۔ مثال کہ دودھ کے نیچے آگ لگی ہو تو دودھ اُبلتا ہے۔ اگر قرآن سے دُور ہوئے تو ایمان ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ قرآن و سنت سے جڑے رہیں۔

۔۔۔۔وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾

اللہ اپنے کلمے کو غالب کرتا ہے۔ کفر اور شرک ختم ہو جانے والا ہے۔ کلمۂ توحید ہمیشہ کے لئے ہے۔

اگر آج میری صلاحتیں، میرا مال، میرا وقت، میری اولاد، میرے اسباب اللہ کے دین کے کام آتے ہیں تو مجھ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گیں۔

اپنے اندر ذوقِ یقین پیدا کریں۔ اللہ کی راہ میں نکلو، اللہ کی راہ میں کوشش کرو۔

اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ

﴿﴾ نکلو، خواہ ہلکے ہو یا بوجھل، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو﴿۴۱﴾

'اِنۡفِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ' ایک ہے نیکی کا کام خوشی سے کرنا۔ایک ہے مجبوری سے کرو۔

جہاد کے لئے نکلو چاہے خوشی سے یا مجبوری سے۔ اللہ کی راہ میں دو جیسے بھی ہو۔ دین کی خدمت کرو۔ جیسے بھی ہو۔ دین سیکھنے اور سکھانے نکلو جیسے بھی ہو۔ موسم جیسا بھی ہو، عمر جیسی بھی ہے۔ انفرادی یا اجتماعی طور پر نکلو۔

'اِنۡفِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ' اس کو اپنا سلوگن بنالیں۔

جذبات سے باہر نکل کر اللہ کے کام کے لئے نکلو۔ اللہ کے نبیؐ کی بیٹی شدید بیمار تھی لیکن وہ تبوک کے لئے نکلے۔ نماز کے لئے نکلو۔ جو نماز کے لئے نہیں نکلتے تو کیا وہ کل جہاد کے لئے نکلیں گے؟

غزوہ تبوک اور جہاد سے گریز ان لوگوں کو انتباہ کیا جارہا ہے۔

ایک طرف تو گرمی سخت پڑ رہی تھی دوسری طرف پھل پک گئے تھے اور درختوں کے سائے بڑھ گئے تھے، ایسے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دور دراز کے سفر کے لیے تیار ہو گئے غزوہ تبوک میں اپنے ساتھ چلنے کو سب سے فرما دیا۔کچھ لوگ جو رہ گئے تھے انہیں تنبیہ کی گئی ان آیتوں کا شروع اس آیت سے ہے کہ جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی طرف بلایا جاتا ہے تو تم کیوں زمین میں دھنسنے لگتے ہو؟ کیا دنیا کی ان فانی چیزوں پر ریجھ کر آخرت کی باقی نعمتوں کو بھلا بیٹھے ہو؟

اللہ کی راہ میں مال اور جانوں سے جہاد کرو۔

جب مسلمان انفرادی طور پر تبلیغ کرتے ہیں تو لوگ مسلمان ہوتے ہیں۔ کچھ کی زندگی بھی بدل جاتی ہے۔ جب حکومتی سطح پر اور جب مسلمان اجتماعی طور پر کوشش کرینگے تو ملک کے ملک مسلمان ہو نگے۔

آج کی تاریخ لکھیں! چھ جولائی 2018، کیا اگلے سال میں اس وقت زندہ ہوں گی؟ میرے ساتھ کیا جائے گا؟

میرے ساتھ صرف نیکیاں اور کوششیں جائیں گی۔

جب انسان نیکیاں کرتا ہے تو ہمت بڑھتی ہے۔ لیکن اگر ہم رُک جائیں تو پھر سُست ہو جاتے ہیں۔ سچا ایمان انسان کے قدم جما دیتا ہے۔

شیطان ہمیں نیکیوں سے کیسے روکتا ہے؟

ہمارے اندر شک پیدا کر دیتا ہے۔ مومن نیکی کھو دینے پر افسوس کرتا ہے۔ شرمندہ ہوتا ہے۔

مومن اپنے شکوک کو دبا دیتا ہے۔

منافق شک کو صحیح سمجھتا ہے۔ اپنے آپ کو اپنی عقل پر شاباش دیتا ہے۔ پھر دوسروں سے بات کر کے شک کو پھیلاتا ہے۔ خود بھی نیکی سے رکتا ہے دوسروں کو بھی روکتا ہے۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾

اے نبیؐ، اگر فائدہ سہل الحصول ہوتا اور سفر ہلکا ہوتا تو وہ ضرور تمہارے پیچھے چلنے پر آمادہ ہو جاتے، مگر ان پر تو یہ راستہ بہت کٹھن ہو گیا اب وہ خدا کی قسم کھا کھا کر کہیں گے کہ اگر ہم چل سکتے تو یقیناً

تمہارے ساتھ چلتے وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں ﴿۴۲﴾

عَرَضًا : دنیا کی چیز، قیمتی چیز۔مالِ غنیمت

قَاصِدًا : سفر چھوٹا۔ قصد۔ قریب جانا ہوتا۔

یہاں منافقین کا ذِکر ہے کہ وہ اس لئے نہیں جارہے کہ سفر دُور کا ہے اور شائد کچھ ملے بھی نہ۔

اللہ کے نبیؐ کسی کو مجبور نہیں کرتے تھے۔لوگ اپنے ایمان کی وجہ سے آپؐ کے ساتھ جہاد پر چل پڑتے تھے۔

الغرض جوان ہوں، بوڑھے ہوں، امیر ہوں، فقیر ہوں، فارغ ہوں، مشغول ہوں، خوش حال ہوں یا تنگ دل ہوں، بھاری ہوں یا ہلکے ہوں، حاجت مند ہوں، کاریگر ہوں، آسانی والے ہوں، سختی والے ہوں، پیشہ ور ہوں یا تجارتی ہوں، قوّی ہوں یا کمزور، جس حالت میں بھی ہوں بِلا عذر کھڑے ہو جائیں اور راہ الٰہی کے جہاد کے لیے چل پڑیں۔

پھر قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہماری مجبوری ہے۔بہانے بنا کر اپنے آپ کو ہلاک کرتے ہیں۔

۔۔۔وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں ﴿۴۲﴾

اللہ کو سب علم ہے۔ محاسبہ کریں!

اللہ کے نبیؐ بہت نرم دل تھے جو کوئی بھی بہانہ بناتا وہ اُن کو اجازت دے دیتے کہ بھائی اللہ کی راہ میں نکلو، اگر منافق کچھ بہانہ کرتا تو آپؐ خاموش ہو جاتے۔ وہی لوگ باہر نکل کر باتیں کرتے کہ یہ تو کانوں کے کچے ہیں۔ ہم جو کہتے ہیں مان لیتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ آگے اللہ نبیؐ کو گائیڈ کر رہے ہیں۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٤٣﴾

اے نبیؐ، اللہ تمہیں معاف کرے، تم نے کیوں انہیں رخصت دے دی؟ (تمہیں چاہیے تھا کہ خود رخصت نہ دیتے) تاکہ تم پر کھل جاتا کہ کون لوگ سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی تم جان لیتے ﴿۴۳﴾

اللہ تعالیٰ کا کتنا یونیق انداز ہے۔ کہ ان منافقین کی باتوں میں کیوں آجاتے ہو۔ اللہ عیار لوگوں کو بے نقاب کر رہا ہے۔

جو لوگ غزوہ تبوک میں جانے سے رہ گئے تھے اور اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے پاس آکر اپنے جھوٹے بہانے اور بناوٹی عذر پیش کرنے لگے تھے، انہیں اس آیت میں ڈانٹا جا رہا ہے کہ دراصل انہیں کوئی معذوری نہ تھی اگر کوئی آسان غنیمت کا اور قریب کا سفر ہوتا تو یہ لالچی ساتھ ہو لیتے۔
لیکن شام تک کے لمبے سفر نے ان کے گھٹنے توڑ دیئے، اس مشقت کے خیال نے ان کے ایمان کمزور کر دیئے، اب یہ آ آکر جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اللہ کے رسول ﷺ کو دھوکہ دے رہے ہیں کہ اگر کوئی عذر نہ ہوتا تو بھلا ہم شرف ہم رکابی چھوڑنے والے تھے، ہم تو جان و دل سے آپ ﷺ کے قدموں میں حاضر ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے جھوٹ کا مجھے علم ہے انہوں نے تو اپنے آپ کو غارت کر دیا۔

اپنے بچوں کے بہانوں کو فوراً نہ مان جایا کریں۔ مجھے کیسے پتا چلے کہ میرے بہانے سچے ہیں یا جھوٹے؟

اگر دین کے کام کے لئے نہیں جا رہی تو دنیا کا کوئی کام ہوتا تو میں رکتی؟

بیماری ہے تو کیا میں رکتی؟ جب بھی کوئی مجبوری آئے تو اپنا محاسبہ کریں۔ کیا سستی چیز مل رہی ہوتی تو رکتی؟ کیا فائدہ ملنا ہوتا تو رُکتی؟

چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھائیں۔ کوشش جاری رکھیں۔

ایک نیو مسلم فجر پر اُٹھنے کے لئے تین الارم کلاک رکھتے تھے۔ ایک باتھ روم کے پاس تا کہ وضو کر سکیں۔

اگلی آیت میں اللہ مخلصین کی حمایت کر رہے ہیں۔

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿٤٤﴾ جو لوگ اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو کبھی تم سے یہ درخواست نہ کریں گے کہ انہیں اپنی جان ومال کے ساتھ جہاد کرنے سے معاف رکھا جائے اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے ﴿٤٤﴾

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی اپنے محبوب سے کیسی پیار بھری باتیں ہو رہی ہیں، سخت بات سنانے سے پہلے ہی معافی کا اعلان سنایا جارہا ہے کہ اس کے بعد رخصت دینے کا عہد بھی سورۃ النور میں سونپ دیا جاتا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے »فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ (24-النور:62) (یعنی ان میں سے کوئی اگر آپ سے اپنے کسی کام اور شغل کی وجہ سے اجازت چاہے تو آپ جسے چاہیں اجازت دے سکتے ہیں۔

یہ آیت ان کے بارے میں اتری ہے جن لوگوں نے آپس میں طے کر لیا تھا کہ نبی کریم ﷺ سے

اجازت طلبی تو کریں اگر اجازت ہو جائے تو اور اچھا اور اگر اجازت نہ بھی دیں تاہم اس غزوے میں جائیں گے تو نہیں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر انہیں اجازت نہ ملتی تو اتنا فائدہ ضرور ہوتا کہ سچے عذر والے اور جھوٹے بہانے بنانے والے کھل جاتے، نیک وبد میں ظاہری تمیز ہو جاتی، اطاعت گزار تو حاضر ہو جاتے نافرمان باوجود اجازت نہ ملنے کے بھی نہ نکلتے، کیونکہ انہوں نے تو طے کر لیا تھا نبی کریم □ ہاں کہیں یا نہ کہیں ہم تو جہاد میں جانے کے نہیں۔

إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴿٤٥﴾

ایسی درخواستیں تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ اور روز آخر پر ایمان نہیں رکھتے، جن کے دلوں میں شک ہے اور وہ اپنے شک ہی میں متردد ہو رہے ہیں ﴿۴۵﴾

اسی لیے جناب باری تعالیٰ نے اس کے بعد کی آیت میں فرمایا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ سچے ایماندار لوگ راہ ربانی کے جہاد سے رکنے کی اجازت تجھ سے طلب کریں، وہ تو جہاد کو موجب قربت الٰہی مان کر اپنی جان ومال کے فدا کرنے کے آرزومند رہتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی اس متقی جماعت سے بخوبی آگاہ ہے۔ یہ بلاعذر شرعی بہانے بنا کر جہاد سے رک جانے کی اجازت طلب کرنے والے تو بے ایمان لوگ ہیں جنہیں دار آخرت کی جزا کی کوئی امید ہی نہیں ان کے دل آج تک تیری شریعت سے شک شبہ میں ہی ہیں یہ حیران وپریشان ہیں ایک قدم ان کا آگے بڑھتا ہے تو دوسرا پیچھے ہٹتا ہے انہیں ثابت قدمی اور استقلال نہیں یہ ہلاک ہونے والے ہیں یہ نہ ادھر ہیں نہ ادھر یہ اللہ کے گمراہ کئے ہوئے ہیں تو ان کے سنوارنے کا کوئی رستہ نہ پائے گا۔

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾

اگر واقعی ان کا ارادہ نکلنے کا ہوتا تو وہ اس کے لیے کچھ تیاری کرتے لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا پسند ہی نہ تھا، اس لیے اس نے انہیں سست کر دیا اور کہہ دیا کہ بیٹھ رہو بیٹھنے والوں کے ساتھ ﴿۴۶﴾

یہ عذر کرتے ہیں۔ ان کے غلط ہونے کی ایک ظاہری دلیل یہ بھی ہے کہ اگر ان کا ارادہ ہوتا تو کم از کم سامان سفر تو تیار کر لیتے لیکن یہ تو اعلان اور حکم کے بعد بھی کئی دن گزرنے پر بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا تمہارے ساتھ نکلنا پسند ہی نہ تھا اس لیے انہیں پیچھے ہٹا دیا، اور قدرتی طور پر ان سے کہہ دیا گیا کہ تم تو بیٹھنے والوں کا ہی ساتھ دو۔

اصل بات یہ ہے کہ بظاہر لگتا ہے کہ انسان نہ جانے کا سوچ رہا ہے لیکن اللہ ایسے بندے کو اس کی نیت اور اُس کے دل کی حالت یا عملی کام کی وجہ سے دین کے کام سے دُور کر دیتا ہے۔ یا اگر وہ دین پر شک کرے۔ (اللھم لا تجعلنا منھم)

یہ کونسے لوگ ہیں؟ جن کے دل صاف نہیں ہیں۔ اللہ کو ان کے دلوں کی حالت معلوم ہے۔

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو تمہارے اندر خرابی کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے وہ تمہارے درمیان فتنہ پردازی کے لیے دوڑ دھوپ کرتے، اور تمہارے گروہ کا حال یہ ہے کہ ابھی اُس میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو اُن کی باتیں کان لگا کر سنتے ہیں، اللہ اِن ظالموں کو خوب جانتا ہے ﴿۴۷﴾

یعنی اگر یہ اللہ کے نبیؐ کے ساتھ چلے بھی جاتے تو فتنے ہی پیدا کرتے۔ ایسے لوگوں کا نہ جانا ہی بہتر ہے جا کر یہ فساد ہی پیدا کرتے۔ یہ اللہ کے نبیؐ کی باتیں سُن کر آگے جا کر بتاتے ہیں۔

اس کا دو طرح سے ترجمہ کر سکتے ہیں

کہ تمھارے اندر جاسوس لوگ بھی ہیں۔ سَمّٰعُوۡنَ: بہت غور سے سننے والے۔ یعنی تمہاری بات سن کر آگے بتاتے ہیں۔

دوسرا ترجمہ کے اللہ کے نبیؐ کی بات سن کر پھر یہ اپنی بات شامل کر کے آگے بھولے بھالے معصوم مسلمانوں کو سُنا کر بیوقوف بناتے ہیں۔ سادہ لوگوں کے دل کھٹے کرتے ہیں۔

ان کے ماننے والے ان کے ہم خیال ان کی پالیسی کو اچّھی نظر سے دیکھنے والے خود تم میں بھی موجود ہیں وہ اپنے بھولے پن سے ان کی شر انگیزیوں سے بے خبر رہتے ہیں جس کا نتیجہ مومنوں کے حق میں نہایت بُرا نکلتا ہے آپس میں شر و فساد پھیل جاتا ہے۔

لَقَدِ ابۡتَغَوُا الۡفِتۡنَةَ مِنۡ قَبۡلُ وَقَلَّبُوۡا لَكَ الۡاُمُوۡرَ حَتّٰى جَآءَ الۡحَـقُّ وَظَهَرَ اَمۡرُ اللّٰهِ وَهُمۡ كٰرِهُوۡنَ ﴿۴۸﴾

اس سے پہلے بھی اِن لوگوں نے فتنہ انگیزی کی کوششیں کی ہیں اور تمہیں ناکام کرنے کے لیے یہ ہر طرح کی تدبیروں کا الٹ پھیر کر چکے ہیں یہاں تک کہ ان کی مرضی کے خلاف حق آگیا اور اللہ کا کام ہو کر رہا ﴿۴۸﴾

اللہ تعالیٰ منافقین سے نفرت دلانے کے لیے فرما رہا ہے کہ کیا بھول گئے مدتوں تو یہ فتنہ و فساد کی آگ سلگاتے رہے ہیں اور تیرے کام کے الٹ دینے کی بیسیوں تدبیریں کر چکے ہیں،

مدینے میں آپ □ کا قدم آتے ہی تمام عرب نے ایک ہو کر مصیبتوں کی بارش آپ □ پر برسا دی۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾

ان میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے کہ "مجھے رخصت دے دیجیے اور مجھ کو فتنے میں نہ ڈالیے" سن رکھو! فتنے ہی میں تو یہ لوگ پڑے ہوئے ہیں اور جہنم نے ان کافروں کو گھیر رکھا ہے ﴿۴۹﴾

جد بن قیس سے نبی کریم □ نے فرمایا": اس سال نصرانیوں کے جلاوطن کرنے میں تو ہمارا ساتھ دے گا"۔ تو اس نے کہا": یارسول اللہ □ ! مجھے تو معاف رکھئے میری ساری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کا بے طرح شیدا ہوں عیسائی عورتوں کو دیکھ کر مجھ سے تو اپنا نفس روکا نہ جائے گا"۔

آپ □ نے اس سے منہ موڑ لیا۔

اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ اس منافق نے یہ بہانہ بنایا حالانکہ وہ فتنے میں تو پڑا ہوا ہے، رسول اللہ □ کا ساتھ چھوڑنا جہاد سے منہ موڑنا یہ کیا کم فتنہ ہے؟

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾ تمہارا بھلا ہوتا ہے تو انہیں رنج ہوتا ہے اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ منہ پھیر کر خوش خوش پلٹتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ اچھا ہوا ہم نے پہلے ہی اپنا معاملہ ٹھیک کر لیا تھا ﴿۵۰﴾

ان بدظن لوگوں کی اندرونی خباثت کا بیان ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کی فتح و نصرت سے، ان کی بھلائی اور ترقی سے ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے اور اگر اچانک یہاں اس کے خلاف ہوا تو خوشی سے

اکڑ کر اپنی چالاکی کے افسانے گائے جاتے ہیں کہ میاں اسی وجہ سے ہم تو ان سے بچتے رہے مارے خوشی کے بغلیں بجانے لگتے ہیں۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

ان سے کہو "ہمیں ہر گز کوئی (برائی یا بھلائی) نہیں پہنچتی مگر وہ جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے اللہ ہی ہمارا مولیٰ ہے، اور اہل ایمان کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے" ﴿۵۱﴾

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو جواب دے کہ رنج وراحت اور ہم خود اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کی منشاء کے ماتحت ہیں وہ ہمارا مولیٰ ہے وہ ہمارا آقا ہے وہ ہماری پناہ ہے ہم مومن ہیں اور مومنوں کا بھروسہ اسی پر ہوتا ہے وہ ہمیں کافی ہے بس ہے وہ ہمارا کارساز ہے اور بہترین کارساز ہے۔

مسلمان اپنا ہر کام اللہ کی رضا کے لئے کرتا ہے۔وہ فتح یا شکست کے لئے نہیں کرتا۔اپنا یہی سلوگن بنا لیں۔ آپ اپنی کوشش کریں۔

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾

ان سے کہو، "تم ہمارے معاملہ میں جس چیز کے منتظر ہو وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ہے اور ہم تمہارے معاملہ میں جس چیز کے منتظر ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ خود تم کو سزا دیتا ہے یا ہمارے ہاتھوں دلواتا ہے؟ اچھا تو اب تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں" ﴿۵۲﴾

مومن کی دو خوبیاں۔ شہید کی روح خوشی سے یہ دنیا چھوڑتی ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن ۔ نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

جو شخص اللہ کے کام خوشی خوشی کرتا ہے وہ یا ایتھا النفس المطمئنہ بن کر دنیا سے جاتا ہے۔ اُس کا رب اُس سے راضی اور وہ اپنے رب سے راضی۔

مسلمانوں کے جہاد میں دو ہی انجام ہوتے ہیں اور دونوں ہر طرح اچھے ہیں۔ اگر شہادت ملی تو جنت اپنی ہے اور اگر فتح ملی تو غنیمت و اجر ہے۔ پس اے منافقو! تم جو ہماری بابت انتظار کر رہے ہو وہ انہی دو اچھائیوں میں سے ایک، ہے اور ہم جس بات کا انتظار تمہارے بارے میں کر رہے ہیں وہ دو برائیوں میں سے ایک کا ہے یعنی یا تو یہ کہ عذابِ رب براہ راست تم پر آ جائے یا ہمارے ہاتھوں سے تم پر رب کی مار پڑے کہ قتل و قید ہو جاؤ۔

جو حق کی خاطر جیتے ہیں مرنے سے کہیں وہ ڈرتے ہیں جگر۔

جب وقت شہادت آتا ہے دل سینوں میں رقصاں ہوتے ہیں۔

اچھا اب تم اپنی جگہ اور ہم اپنی جگہ منتظر رہیں دیکھیں پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ تمہارے خرچ کرنے کا اللہ بھوکا نہیں تم خوشی سے دو تو اور ناراضگی سے دو تو وہ تو قبول فرمانے کا نہیں، اس لیے کہ تم فاسق لوگ ہو۔ تمہارے خرچ کی عدم قبولیت کا باعث کفر ہے اور اعمال کی قبولیت کی شرط کفر کا نہ ہونا بلکہ ایمان کا ہونا ہے۔

عمل کا نقطہ: نیکیوں میں اپنے سے اوپر والوں کو دیکھیں۔